اکائی 10 خطوطِ غالب کی خصوصیات

ساخت

10.1 اغراض ومقاصد
10.2 تمہید
10.3 خطوط غالب کی خصوصیات
10.3.1 غالب کا مختصر تعارف
10.3.2 غالب کی خطوط نگاری
10.3.3 غالب کے خطوط کے متن اوراس کی تشریح وتوضیح
I- میر مہدی مجروح کے نام
II-یوسف مرزا کے نام
10.4 آپ نے کیا سیکھا
10.5 اپنا امتحان خود لیجیے
10.6 سوالات کے جوابات
10.7 فرہنگ
10.8 کتب برائے مطالعہ

10.1 اغراض ومقاصد

اس اکائی میں آپ

- غالب کی اردو خطوط نگاری کی اہمیت سے واقف ہوسکیں گے
- مرزا اسداللہ خاں کی زندگی کے حالات سے واقف ہوسکیں گے
- مرزا اسداللہ خاں غالب کے ادبی مرتبے کا تعین کرسکیں گے
- بحثیت مکتوب نگار غالب سے متعارف ہوسکیں گے
- اردو خطوط نگاری میں جدّت کو جان سکیں گے
- غالب کے خطوط کے منتخبہ متن کو سمجھ سکیں گے

10.2 تمہید

اردو ادب کی تاریخ میں غالب کا شمار ایک عظیم شاعر اور جدید نثر کے معماروں میں ہوتا ہے۔ اس میں

شک نہیں کہ غالب کا شعری سرمایہ اپنے معیار اور فکر وفن کے اعتبار سے عالمی ادب کے کسی بھی بڑے شاعر کے مقابل رکھا جا سکتا ہے لیکن اردو نثر میں ان کے کارنامے کم قیمتی نہیں بلکہ بنیاد گزار ہیں۔ اردو خطوط نگاری کے نقوش اوّل رجب علی بیگ سرور کے یہاں یقیناً ملتے ضرور ہیں لیکن غالب کو اس کا باوا آدم تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ یہ بات الگ ہے کہ انھوں نے نثر کی طرف باقاعدگی کے ساتھ توجہ نہیں کی لیکن اپنے بے تکلف دوستوں کو لکھے خطوط میں جس لب ولہجہ کا استعمال کیا وہ اردو ادب میں بیش قیمتی اضافہ کا حامل بن گیا۔ اُن کے مکالماتی انداز نے اردو نثر میں تازگی و لطافت پیدا کر دی۔ روایتی القاب وآداب سے گریز کرتے ہوئے ڈرامائی اور فطری اندازِ تحریر اختیار کیا اس جدت نے نہ صرف اردو خطوط نویسی بلکہ اردو نثر کی تاریخ میں بھی غالب کی حیثیت ایک مجدد اور پیش رو کی متعین کر دیا۔ غالب کا یہ انداز انھیں سے شروع ہو کر انھیں پر ختم ہو گیا۔ بہتوں نے اس انداز کو اختیار کرنے کی کوشش کی مگر کامیابی کسی کو نصیب نہ ہو سکی۔

اس اکائی کے تحت ہم صرف خطوط غالب کی خصوصیات پر غور وفکر کریں گے اور اُن کے منتخبہ خطوط کی تشریح وتوضیح کریں گے۔

10.3 خطوط غالب کی خصوصیات

10.3.1 غالب کا مختصر تعارف

غالب 1797ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے، ان کا نام اسد اللہ خاں تھا، مرزا نوشہ لقب اور نجم الدولہ، دبیر الملک، نظام جنگ شاہی خطاب تھا، پہلے اسد تخلص تھا بعد میں غالب تخلص اختیار کیا، ان کا سلسلۂ نسب شاہ توران تک پہنچتا ہے، ان کے دادا شاہ عالم کے زمانے میں دہلی آئے جہاں انہیں انعام و اکرام سے نوازا گیا، غالب کے والد عبداللہ بیگ لکھنؤ اور حیدر آباد میں ملازمت کے سلسلے میں رہے، آخر میں الور آ کر راجہ بختاور سنگھ کی ملازمت کی اور یہیں 1801ء میں کسی لڑائی میں مارے گئے، اس وقت غالب کی عمر صرف پانچ برس کی تھی، باپ کی موت کے بعد ان کے چچا نصر اللہ بیگ نے ان کی پرورش کی ذمہ داری قبول کی، چار سال بعد چچا کا بھی انتقال ہو گیا، اس وقت، مرزا صرف نو سال کے تھے، چچا صوبیدار تھے، ان کے انتقال کے بعد ان کے ورثاء کی پنشن مقرر ہوئی، سات سو روپئے سالانہ مرزا کو بھی ملتا تھا، بہادر شاہ ظفر نے بھی پچاس روپیہ ماہوار کا وظیفہ مقرر کر دیا تھا، 1857ء کے ہنگامہ کے بعد انگریزی سلطنت نے غالب کو باغی قرار دے کر ان کی پنشن بند کر دی، حالات سے مجبور ہو کر غالب رام پور چلے آئے، وہاں ایک سو روپیہ ماہوار کا وظیفہ مقرر ہوا، کچھ دنوں بعد دہلی واپس آ گئے، تین سال بعد پنشن جاری ہو گئی، پھر آخر عمر تک دہلی ہی میں رہے۔ 73 برس کی عمر میں 1869ء میں وفات پائی اور درگاہ حضرت نظام الدین کے احاطے میں دفن کیے گئے۔

شاعری ہی کی طرح اردو نثر کے فروغ وارتقا میں غالب کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، غالب کے خطوط اردو نثر کا قیمتی سرمایہ ہیں، ان کے خطوط سے جہاں اردو کے مکتوباتی ادب کو نئی جہت ملی وہیں

اردو زبان کو تکلف و تصنع سے پاک ایک سادہ و شگفتہ اسلوب نصیب ہوا، غالب نے یہ خطوط اپنے دوستوں، ساتھیوں اور شاگردوں کو لکھے ہیں۔ غالب دلآویز اور پر مزاح شخصیت کے مالک تھے، ان کی شگفتہ شخصیت کے نقوش ہمیں ان کے خطوط میں نظر آتے ہیں، بے تکلفی و برجستگی کا جو انداز ہمیں غالب کے یہاں ملتا ہے وہ مشکل ہی سے کہیں نظر آئے گا، غالب بڑے شوق سے اپنے دوستوں اور شاگردوں کو خطوط لکھتے اور جواب کے منتظر رہتے، غالب کے یہ خطوط اردو زبان کے ارتقا میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

غالب کی تصانیف میں ''دیوان غالب'' شامل ہے۔ غالب نے اس میں صرف اپنا منتخب کلام شائع کیا۔ ان کا پورا کلام ''نسخۂ حمیدیہ'' کے نام سے شائع ہوا۔ غالب کی زندگی میں ان کے خطوط کا پہلا مجموعہ ''عود ہندی'' کے نام سے شائع ہوا۔ یہ ان کے انتقال سے صرف چار مہینے پہلے شائع ہوا۔ غالب خطوط کا دوسرا مجموعہ ''اردوئے معلیٰ'' کے نام سے شائع کرنا چاہتے تھے لیکن یہ ان کی زندگی میں شائع نہیں ہوا بلکہ ان کے انتقال کے 19 دن بعد شائع ہوا۔ بعد میں مختلف حضرات نے بڑی تحقیق کے ساتھ ان کے خطوط کے مجموعے شائع کیے۔ لیکن ان کے خطوط کا مکمل مجموعہ ڈاکٹر خلیق انجم نے چار جلدوں میں ''غالب کے خطوط'' کے نام سے شائع کیا۔ ''قاطع برہان'' کے مخالفوں کے جواب میں غالب نے ''لطائف غیبی''، ''تیغ تیز'' اور ''نامۂ غالب'' کے عنوان سے کتابیں شائع کیں۔ ان کی فارسی تصانیف حسب ذیل ہیں۔

(۱) دیوان غالب (فارسی) (۲) دستنبو (۳) پنج آہنگ (۴) سبد چیں (۵) مہر نیم روز

غالب کا فارسی دیوان بہت ضخیم اور دس ہزار سے زیادہ اشعار پر مشتمل ہے۔

10.3.2 غالب کی خطوط نگاری

غالب کے خطوط اردو کی نثری تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان خطوط سے اردو نثر کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا، غالب سے پہلے کی نثر ردیف و قافیہ کی بے جا زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی، مسجع و مقفع عبارتوں سے تکلف کی بو آتی تھی۔ غالب نے روایت سے بغاوت کرتے ہوئے خالص اردوئے معلیٰ اور ٹکسالی زبان میں خطوط لکھے، مسجع و قافیہ کی پابندیوں سے آزاد ہو کر سادہ و شگفتہ لب ولہجہ اختیار کیا، ان کے بیان کی منفرد ظرافت اور شوخی طبع کی گل کاریوں سے اردو نثر کو وہ سادگی و پرکاری ملی جس سے اردو نثر اس وقت تک محروم تھی۔

ابتدا میں غالب فارسی زبان میں خط لکھا کرتے تھے لیکن بڑھاپے میں زیادہ محنت و کاوش نہ کر سکنے کی وجہ سے اردو میں خط لکھنا شروع کیا، غالب ایک جدت پسند ذہن کے مالک تھے، ان کا ذہن فرسودہ روایتوں اور پرانے طریقوں کو قبول کرنے پر کیسے آمادہ ہو سکتا تھا، انہوں نے اپنی راہ خود متعین کی اور خطوط نویسی میں بھی اپنی انفرادیت قائم رکھی، غالب کو اس بات کا احساس تھا کہ خط نصف ملاقات

اور باہمی گفتگو کا قائم مقام ہے۔ لہٰذا اس میں تکلف وتصنع کے بجائے سادگی وصفائی ہونی چاہئیے، چنانچہ انہوں نے القاب وآداب کے قدیم وفرسودہ طرز تحریر کو چھوڑ کر ایک صحت مند، دلکش، سادہ مگر شوخ انداز اختیار کیا اور خطوں کا ایک ایسا ذخیرہ چھوڑا جن میں قدم قدم پر آمد اور شان بے تکلفی جلوہ گر ہے، مراسلے کی نہیں بلکہ مکالمے کی کیفیت غالب ہے، میر مہدی مجروح کو لکھتے ہیں:

''اے جناب میرن صاحب السلام علیکم، حضرت آداب کہو، کہو صاحب اجازت ہے میر مہدی کے خط کا جواب لکھنے کو، حضور کیا میں منع کرتا ہوں، میں نے تو عرض کیا تھا کہ اب وہ تندرست ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔نہیں میرن صاحب اس خط کو آئے ہوئے بہت دن ہوئے، وہ خفا ہوا ہوگا، جواب لکھنا ضرور ہے۔''

غالب نے کس خوبی سے مراسلے کو مکالمہ بنا دیا ہے اور ہجر میں وصل کے مزے لوٹنے کی کیفیت پیدا کی ہے، اس انداز میں کتنی سادگی، بے تکلفی اور اپنائیت کی فضا ملتی ہے، اس خوشگوار فضا کو قائم رکھنے کی کوشش میں اکثر خطوط میں ڈرامائیت اور افسانوی رنگ پیدا ہو گیا ہے، وہ اپنے خطوط میں ضرور ایسی بات لکھتے ہیں جس سے مکتوب الیہ محظوظ ہو، چنانچہ انہوں نے اپنے ایک دوست کو دسمبر 1858 میں ایک خط لکھا، دوست نے اس خط کا جواب جنوری 1859 کی پہلی یا دوسری تاریخ کو دیا، اس خط کے جواب میں غالب نے اپنے دوست کو لکھا:

''دیکھو صاحب! یہ باتیں ہم کو پسند نہیں کہ 1859ء کے خط کا جواب 1859ء میں بھیجتے ہو اور مزہ یہ ہے کہ جب کہا جائے گا تو کہو گے کہ میں نے تو دوسرے دن ہی جواب لکھ دیا تھا۔''

مکاتیب غالب کی ایک بہت بڑی خصوصیت ان کا طنز ومزاح سے رچا ہوا انداز ہے، یوں تو غالب کی خوش طبعی اور شوخی وظرافت ان کی اردو اور فارسی شاعری میں بھی موجود ہے لیکن ان کی شخصیت کا یہ جوہر ان کے خطوط میں نسبتاً زیادہ وضاحت، سادگی اور بے ساختگی سے نمایاں ہوا ہے، بقول مولانا حالیؔ ''وہ چیز جس نے ان کے خطوط کو ناول اور ڈراما کی طرح دلچسپ بنا دیا وہ شوخی تحریر ہے''، غالب نے اپنی شوخی وظرافت سے اردو نثر کو خشکی سے بچالیا، اردو میں اس سے پہلے اس قسم کی ظرافت ناپید تھی، غالب کی ظرافت کے سرچشمے ان کے درد وغم ہی سے پھوٹتے نظر آتے ہیں، ان کے خطوط میں پائی جانے والی شگفتگی کی تہہ میں زندگی کی تلخ حقیقتوں کا گہرا احساس ہے۔ انہوں نے اپنی ظرافت سے زندگی کے رنج وغم کو ہموار کیا، وہ ہجوم غم میں بھی اپنا توازن نہیں کھوتے اور موضوع دردناک ہونے کے باوجود اپنے شگفتہ انداز بیان کو برقرار رکھتے ہیں، وہ منشی نبی بخش کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

''بھائی صاحب! میں بھی تمہارا ہمدرد ہو گیا ہوں، یعنی منگل کے دن 18 ربیع الاول کو شام کے وقت

وہ میری پھوپھی کہ میں بچپن سے آج تک اس کو ماں سمجھا تھا اور وہ بھی مجھے بیٹا سمجھتی تھی مرگئی، آپ کو معلوم ہے کہ پرسوں گویا میرے نو آدمی مرگئے، تین پھوپھیاں اور تین چچا، ایک باپ اور ایک دادا اور ایک دادی یعنی اس مرحوم کے ہونے سے میں جانتا تھا کہ یہ نو آدمی زندہ ہیں اور اس کے مرجانے سے میں نے جانا کہ یہ نو آدمی ایک بار مرگئے۔''

اس طرح غالب کے خطوط میں ایسی گوناگوں خوبیاں جمع ہوگئی ہیں جن کی وجہ سے یہ خطوط اردو نثر کے شاہکار بن گئے ہیں۔ غالب کے بعد بہت سے ادیبوں نے ان کے رنگ کو اپنانے کی کوشش کی لیکن کوئی بھی ان کے مقام تک نہیں پہونچ سکا، غالبًا اس کی وجہ یہ ہے کہ غالب اپنے مزاج میں شگفتگی و ہمہ گیری کے ساتھ ساتھ قوت مشاہدہ اور مراسلہ نگاری کے متعلق ایک خاص نگہ انتخاب رکھتے تھے اور شوخی و ظرافت اور دردمندی کا ایسا جذبہ رکھتے تھے جو کسی اور کے یہاں نظر نہیں آتا، اس طرح یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ مرزا غالب نہ صرف اپنی شاعری کی بنا پر بلکہ اپنی اردو نثر کی وجہ سے بھی دنیا کے چند بڑے ادیبوں کی صف میں جگہ پانے کے مستحق ہیں۔

10.3.3 غالب کے خطوط اور اس کی تشریح و تجزیہ

I- غالب کا خط میر مہدی مجروح کے نام

واہ حضرت!

کیا خط لکھا ہے؟ اس خرافات کے لکھنے کا فائدہ؟ بات اتنی ہی ہے کہ میرا پلنگ مجھ کو ملا، میرا بچھونا مجھ کو ملا، میرا احجام مجھ کو ملا، میرا بیت الخلا مجھ کو ملا، رات کا وہ شور، کوئی آئیو کوئی آئیو فرو ہو گیا، میری جان بچی، میرے آدمیوں کی جان بچی، اکنوں شب من شب است و روزم روز است۔

بھئی تم نے یہ نہ لکھا کہ میرن صاحب کو میرا خط پہنچا یا نہ پہنچا، میں گمان کرتا ہوں کہ نہیں پہنچا، اگر پہنچا تو بے شک وہ تمہاری نظر سے گزرتا اور میرن صاحب اس کی اصل حقیقت تم سے پوچھتے اور اس صورت میں یہ بھی ضرور تھا کہ تم اس واہیات کے بدلے مجھ کو وہ روداد لکھتے جو میرن صاحب میں اور تم میں پیش آئی، پس اگر جیسا کہ میرا گمان ہے خط نہیں پہنچا، تو خیر جانے دو، اگر خط پہنچا ہے تو میرن صاحب کے خط کے جواب لکھوانے میں تم نے میرا ناک میں دم کر دیا تھا، اب ان سے میرے خط کے جواب کا تقاضا کیوں نہیں کرتے؟ حسن بھی کیا چیز ہے! نادر کا اتنا خوف نہیں جتنا حسین آدمی کا ڈر ہوتا ہے، تم ان سے خواہش وصال کرتے ہوئے ڈرو، میرے خط کے جواب کے باب میں کیوں نہیں کہتے؟ نہ صاحب، یہ کچھ بات نہیں، میرے خط کا جواب ان سے لکھوا کر بھجواؤ۔

یہاں کا وہ حال ہے جو دیکھ گئے ہو، پانی گرم، ہوا گرم، تپ مستولی، اناج مہنگا۔ بیچارہ منشی میر احمد حسین کا بھتیجا، میر امداد علی ''آشوب'' کا بیٹا محمد میر، شب گزشتہ کو گزر گیا، آج صبح اس کو دفن کر آئے، جوان صالح، پرہیزگار، مومنین کا پیش نماز تھا۔ اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون۔

''مجتہد العصر'' کا حکم بجالاؤں گا اور نہ رئیس کو بلکہ مدار المہام ریاست کو لکھوں گا، رئیس میرے سوال کا جواب قلم انداز کر جائے گا اور مدار المہام امر واقعی لکھ بھیجے گا۔ ''مجتہد العصر'' کو دعا کہنا اور یہ خط پڑھا دینا۔ میرن صاحب کو دعا اور کہنا کہ بھلا صاحب، تم نے ہمارے خط کو جواب نہیں لکھا، ہم بھی تمھاری طرز کا تتبع کریں گے۔ حکیم میر اشرف علی کو دعا کہنا اور کہنا کہ اگر تم میں ان میں راہ و رسم تعزیت اور تہنیت ہو تو میر احمد حسین کو خط لکھواور یہ بھی ان کو معلوم ہو کہ حفیظ یہاں آیا ہوا ہے، قبائل تمہارے یہیں ہیں، اگر وہاں کچھ رسائی حاصل ہو تو خیر ورنہ یہاں کیوں نہ چلے آؤ۔

میں بھولا نہیں تجھ کو، اے میری جان
کروں کیا کہ یاں گر رہے ہیں مکان

برسات کا حال نہ پوچھو، خدا کا قہر ہے، قاسم جان کی گلی سعادت خاں کی نہر ہے، میں جس مکان میں رہتا ہوں، عالم بیگ خاں کے کٹرہ کی طرف کا دروازہ گر گیا، مسجد کی طرف کے دالان کو جاتے ہوئے جو دروازہ تھا وہ گر گیا، سیڑھیاں گرا چاہتی ہیں، صبح کے بیٹھنے کا حجرہ جھک رہا ہے، چھتیں چھلنیاں ہو گئی ہیں، مینہ گھڑی بھر برسے تو چھت گھنٹہ بھر برسے، قلم دان سب توشہ دان میں، فرش پر کہیں لگن رکھا ہوا، کہیں چلمچی دھری ہوئی، خط لکھوں کہاں بیٹھ کر؟ پانچ چار دن سے فرصت ہے، مالک مکان کو فکر مرمت ہے، آج ایک امن کی صورت نظر آئی، کہا کہ آؤ میر مہدی کے خط کا جواب لکھوں۔ الور کی ناخوشی، راہ کی محنت کشی، تپ کی حرارت، گرمی کی شرارت، یاس کا عالم، کثرت اندوہ و غم، حال کی فکر، مستقبل کا خیال، تباہی کا رنج، آوارگی کا ملال، جو کچھ کہو وہ کم ہے، بالفعل تمام عالم کا ایک سا عالم ہے۔ سنتے ہیں کہ نومبر میں مہاراجہ کو اختیار ملے گا، ہاں ملے گا مگر وہ اختیار ایسا ہوگا جیسا خدا نے خلق کو دیا ہے، سب کچھ اپنے قبضۂ قدرت میں رکھا، آدمی کو بدنام کیا ہے۔ بارے رفعِ مرض کا حال لکھو، خدا کرے تپ جاتی رہی ہو، تندرستی حاصل ہو گئی ہو، میر صاحب کہتے ہیں:

تندرستی ہزار نعمت ہے۔

ہائے پیش مصرع مرزا قربان علی بیگ ''سالک'' نے کیا خوب بہم پہنچایا ہے! مجھ کو بہت پسند آیا ہے:

تنگ دستی اگر نہ ہو سالکؔ!
تندرستی ہزار نعمت ہے

''مجتہد العصر'' جناب میر سرفراز حسین صاحب کو دعا، آہاہاہا! میر افضل علی صاحب کہاں ہیں؟ حضرت یہاں تو اس نام کا کوئی آدمی نہیں ہے، لکھنؤ کے ''مجتہد العصر'' کے بھائی کا نام میرن صاحب تھا، جے پور کے مجتہد العصر کے بھائی میرن صاحب کیوں نہ کہلائیں؟ ہاں بھائی میرن صاحب، بھلا ان کو ہماری دعا کہنا۔ صبح جمع 26 ستمبر 1862ء

خط کی تشریح وتجزیہ:

مراسلہ : خط وکتابت
مکالمہ : ایک دوسرے سے بات چیت کرنا
مدارالمہام: وزیراعظم
مستولی : غم، پریشانی
تتبع : تقلید، پیروی

غالب نے یہ خط میر مہدی مجروح کو 26 ستمبر 1862ء میں لکھا، مجروح غالب کے عزیز دوست اور شاگرد تھے، غالب کو مجروح بہت عزیز تھے، انہوں نے مجروح کو کئی خطوط لکھے ہیں، مجروح کو بھی غالب سے کافی لگاؤ تھا، وہ غالب کا پابندی سے جواب دیتے، اگر کبھی مجروح جواب دینے میں تاخیر کرتے یا خط میں خرافاتی باتیں لکھتے تو غالب محبت بھرے انداز میں انہیں ڈانٹتے اور اپنی خفگی کا اظہار کرتے۔

زیر بحث خط میں غالب مجروح کو خرافات لکھنے پر سرزنش کرتے ہوئے اپنی خفگی کا اظہار کرتے ہیں، اس کے بعد لوگوں کی پریشانی کا بڑے کرب انگیز انداز میں ذکر کرتے ہیں کہ لوگ اپنی جان بچانے کے لیے کس طرح لوگوں کو مدد کے لیے پکار رہے ہیں، اس پریشانی میں بھی انھیں اپنے دوست میرن صاحب کی یاد ستاتی ہے اور مجروح سے تاکید کرتے ہیں کہ وہ مہدی صاحب سے ان کے خط کا جواب ضرور لکھوائیں، پھر اپنی ظرافت اور خوش طبعی کا اظہار کرتے ہوئے مجروح کو میرن صاحب سے ملنے میں احتیاط کا مشورہ دیتے ہیں کہ حسن اور حسین لوگ نادر سے بھی زیادہ خطرناک ہوتے ہیں جن کا وار کبھی خالی نہیں جاتا، غالباً اشارہ میرن صاحب کے حسن اور خوبصورت ہونے کی طرف ہے۔

غالب موضوع سخن بدلتے ہوئے دہلی کی سخت گرمی، موسم کی ناخوشگواری اور حد سے بڑھی ہوئی مہنگائی کا شکوہ کرتے ہیں، پھر وہ اپنے کسی دوست کے بیٹے محمد میر کی موت پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے اس کی خوبیوں اور اچھائیوں کا ذکر کرتے ہیں، اس کے بعد اپنے کسی کام کے پورا نہ ہونے پر مجتہد العصر اور رئیس کے خلاف بدگمانی کا اظہار کرتے ہیں اور اس معاملے میں اس امید کے ساتھ مدارالمہام کی طرف رجوع کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ضرور کوئی تحریری کارروائی کرے گا۔

غالب الور کی تھکا دینے والی طویل مسافت، بخار کی کیفیت، موسم کی شدت اور اپنی اداسی کا ذکر کرتے ہوئے حال کی فکر، مستقبل کی پریشانی اور اپنے بے آسرا ہونے کے اندیشے کا ذکر بڑے کرب آمیز انداز میں کرتے ہیں، پھر اپنے دل کو تسلّی دینے کی غرض سے مہاراجہ کو نومبر میں اختیار ملنے کی اطلاع ملنے پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں، پھر اس خیال سے خوشی کافور ہو جاتی ہے کہ مہاراجہ کو ملنے والا اختیار ویسا ہی ہے جیسے بندوں کو حاصل ہے کہ سارے اختیارات خدا کے ہاتھ میں ہیں،

بندوں کے خودمختار ہونے کا ڈھنڈورہ بلا وجہ پیٹا جاتا ہے۔

آخر میں بخار سے چھٹکارا پانے کے لیے مجروح سے کوئی نسخہ یا تدبیر دریافت کرتے ہیں، اس ضمن میں میر صاحب کے مصرع ۔ تندرستی ہزار نعمت ہے پر مرزا سالک کے مصرعہ اول کو جوڑ کر مصرع کی معنی خیزی میں اضافہ کر دیتے ہیں:

تنگ دستی اگر نہ ہو سالکؔ
تندرستی ہزار نعمت ہے

خط کے خاتمہ پر سید سرفراز حسین کو دعا لکھتے ہیں اور میر افضل علی صاحب کے بارے میں دریافت کرتے ہیں اور دلّی میں اس نام کے کسی شخص کے نہ ہونے پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔

میر مہدی مجروح کو لکھے گئے غالب کے اس خط کے تجزیہ سے اچھی طرح اندازہ ہو جاتا ہے کہ غالب کی خطوط نگاری کا جائزہ لیتے ہوئے غالب کی جس خوش طبعی وظرافت، مراسلے کو مکالمہ بنانے کے انداز، ڈرامائی کیفیت اور غم ذات وغم زمانہ کی ہم آمیزی کا ذکر کیا گیا تھا وہ تمام باتیں اس خط میں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔

II- یوسف مرزا صاحب کے نام

یوسف مرزا کیوں کر تجھ کو لکھوں کہ تیرا باپ مر گیا اور اگر لکھوں تو پھر آگے کیا لکھوں کہ اب کیا کرو۔ مگر صبر۔ یہ ایک شیوہ فرسودہ ابنائے روزگار ہے۔ تعزیت یوں ہی کیا کرتے ہیں اور یہی کہا کرتے ہیں کہ صبر کرو۔ ہائے ایک کا کلیجہ کٹ گیا ہے اور لوگ اسے کہتے ہیں کہ تو نہ تڑپ۔ بھلا کیوں کر نہ تڑپے گا صلاح اس امر میں نہیں بتائی جاتی دعا کو دخل نہیں۔ دوا کا لگاؤ نہیں۔ پہلے بیٹا مرا پھر باپ مرا۔ مجھ سے اگر کوئی پوچھے کہ بے سروپا کس کو کہتے ہیں تو میں کہوں گا یوسف مرزا کو۔ تمہاری دادی لکھتی ہیں کہ رہائی کا حکم ہو چکا تھا، یہ بات سچ ہے۔ اگر سچ ہے تو جواں مرد ایک بار

دونوں قیدوں سے چھوٹ گیا۔ نہ قید حیات رہی۔ نہ قید فرہنگ۔ ہاں صاحب وہ لکھتے ہیں کہ پنشن کا روپیہ مل گیا تھا وہ تجہیز وتکفین کے کام آیا۔ یہ کیا بات ہے جو مجرم ہو کر 14 برس کو مقید ہوا ہو اس کی پنشن کیوں کر ملے گی اور کس کی درخواست سے ملے گی۔ رسید کس سے لی جائے گی۔ مصطفےٰ خاں کی رہائی کا حکم ہوا مگر پنشن ضبط۔ ہر چند اس پرسش سے کچھ حاصل نہیں لیکن بہت عجیب بات ہے تمہارے خیال میں جو کچھ آئے وہ مجھ کو لکھو۔ دوسرا امر یعنی تبدیل مذہب عیاذاً باللہ۔ علیؑ کا غلام کبھی مرتد نہ ہوگا۔ ہاں یہ ٹھیک کہ حضرت چالاک اور سخن ساز اور ظریف تھے سوچے ہوں گے کہ ان داموں میں اپنا کام نکالو اور رہا ہو جاؤ، عقیدہ کب بدلتا ہے۔ اگر یہ بھی تھا تو ان کا گمان غلط تھا۔ اس طرح رہائی ممکن نہیں قصہ مختصر تمہاری دادی کا خط جو تمہارے بھائی نے مجھ کو بھیجا تھا وہ میں نے تمہارے ماموں کے پاس بھیج دیا۔ ان کی جائداد کی واگذاشت کا حکم ہو تو گیا ہے۔ اگر ان کے

بڑے بھائی کے یاران کر چھوڑیں۔ دیکھئے انجام کار کیا ہوتا ہے۔ مظفر مرزا کو دعا پہنچے۔ تمہارا خط جواب طلب نہ تھا۔

غالبؔ۔ مرقومہ شنبہ 27 شوال، 19 مئی سال حال

خط کی تشریح و تجزیہ:

شیوہ : طریقہ

فرسودہ : گھسا ہوا، پرانا، روایتی

عقیدہ : اعتماد

تعزیت : پرسہ، ماتم

مذکورہ خط مرقومہ شنبہ 27/شوال، 19 مئی سال حال کو یوسف مرزا کے نام لکھا گیا غالب کا خط ہے۔ جب غالب کو معلوم ہوا کہ یوسف مرزا کے والد کا انتقال ہوگیا تو غالب کا انداز تعزیت دیکھئے کس قدر ندرت آمیز ہے۔ کہتے ہیں کہ میں یہ خبر سُن کر کس طرح تم کو جواب تحریر کروں۔ حیران ہوں کہ لکھوں صبر کرو کیونکہ قدیم روایت چلی آرہی ہے لوگ مرنے والے کے گھر کے لوگوں کو بطور تعزیت جب ملتے ہیں تو صبر کرنے کی ہی تلقین کرتے ہیں۔ یہ پُرانا طریقہ ضرور ہے مگر غالب اُس کا استعمال نہیں کرنا چاہتے کیوں کہ جس وقت کسی کے جسم کا ایک ٹکڑا کٹ گیا ہو اس سے یہ کہنا کہ وہ نہ روئے، نہ گریہ وزاری کرے، نہ تڑپے جب درد ہوگا انسان ضرور تڑپے گا ایسی صلاح غالب نہیں دینا چاہتے یہ جانتے ہوئے کہ اب نہ تو اس کی دوا ہے نہ کوئی نیک مشورہ پہلے یوسف مرزا کا بیٹا دار فانی سے کوچ کر گیا پھر باپ۔ بھلا بے سروپا کس کو کہتے ہیں شاید یوسف مرزا اس کی عمدہ مثال ہیں کیونکہ بیٹا باپ کا بازو، باپ کی طاقت ہوتا ہے وہ بھی نہ رہا اور دعائیں دینے والا ہاتھ، باپ کا سایہ بھی اٹھ گیا آگے۔ غالب تسلّی آمیز گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تمہارے باپ جو انگریزوں کی قید میں تھے، انگریزوں نے چند روز قبل ہی اُن کی رہائی کا حکم دیا اور ابھی نکلے بھی نہ تھے کہ قید حیات سے بھی فرار حاصل ہوگیا۔ میرے خیال میں تو اُن کے لئے اچھا ہوا دونوں طرح کی قید سے نجات مل گئی۔ پنشن کے روپیوں سے اُن کی تدفین بھی ہوگئی لیکن اسی لمحہ غالب کی شوخی و ظرافت بھی گفتگو میں شامل ہو جاتی ہے اور حیران کُن انداز میں کہتے ہیں کہ جو مجرم 14 سال تک انگریزوں کی قید میں رہا اسے پنشن کیسے مل گئی؟ کس کی عرضی پر ملی؟ اور جب وہ مر گئے تو رسید کس سے طلب کی جائے گی؟ کیونکہ ایسا میں نے پہلے نہیں سنا۔ بڑی عجیب بات لگتی ہے تمہارے سمجھ میں اگر آئے تو مجھے بھی اس کی وضاحت کرنا۔ ایک اور خبر گرم ہے کہ تمہارے والد نے مذہب تبدیل کر لیا تھا اس لئے انگریزوں نے اُن کو رہا کر دیا۔ یہ بات میرے حلق سے نہیں اترتی کیونکہ انسان کا عقیدہ یعنی اعتقاد بڑی مشکل سے بدلتا ہے بلکہ بدلنا ممکن نہیں لگتا لیکن تمہارے والد مرحوم بڑے ہوشیار تھے۔ ہوسکتا ہے رہائی کے لئے زبانی طور پر مذہب تبدیل کی بات قبول کر لی ہوتا کہ کسی طرح انگریزوں کی قید سے رہائی حاصل ہو جائے۔ اگر ایسا تھا تو کچھ غلط نہیں! مختصراً یہ کہ تمہاری دادی کا خط مجھے تمہارے بھائی نے بھیجا تھا

میں نے اسے تمہارے ماموں تک پہونچا دیا ہے۔اُن جائداد وغیرہ کے مسائل پر حکم تو جاری ہوا اگر اُن کے بڑے بھائی کے دوست اُن کو بخش دیں۔ دیکھئے کیا نتیجہ سامنے آتا ہے۔مظفر مرزا کو دعا کہئے گا۔

10.4 آپ نے کیا سیکھا

اس اکائی میں آپ

- بحیثیت مکتوب نگار غالب سے متعارف ہوئے۔
- غالب کی خطوط نگاری کی خصوصیات سے واقف ہوئے۔
- غالب کے منتخبہ خطوط کا مع تشریح وتوضیح مطالعہ کیا۔
- غالب کے نثری اسلوب کی خصوصیات پر نظر ڈالی۔

10.5 اپنا امتحان خود لیجیے

1- ''غالب نے مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا'' اس جملے سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

2- خطوط غالب کی نمایاں خصوصیات مختصراً تحریر کیجیے۔

3- اردو نثر کے ارتقا میں خطوط غالب کا کیا رول ہے؟

4- غالب کی نثری تصانیف کا ذکر کیجیے۔

5- غالب کہاں اور کب پیدا ہوئے؟ کب اور کہاں وفات پائی؟

10.6 سوالات کے جوابات

1- خط جو ارسال کرنے کا طریقۂ کار تھا غالب نے اسے مکالمہ یعنی بات چیت کے انداز میں تبدیل طریقۂ کار بنا دیا۔اب خط میں ہی ہزار میل دور رہ کر بھی قلم کی زبان میں بے تکلفانہ بات چیت سے جدائی کے درد کو مٹائے جانے کا تصور کیا جا سکتا ہے ایسی گفتگو گویا مخاطب سامنے بیٹھا ہے اور باتیں ہو رہی ہیں اسی طرز تحریر کے متعلق غالب نے کہا کہ ''میں نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے۔''

2۔ خطوط غالب کی نمایاں خوبی القاب وآداب سے گریز، آسان عام فہم بے تکلف نثر، مراسلہ کو مکالمہ کا رنگ عطا ہونا، شوخی وظرافت کا پایا جانا نیز غالب کے سیاسی، معاشی، اقتصادی ومعاشرتی حالات اور غالب کی حالات زندگی کا مستند دستاویز بھی ہمیں دستیاب ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے خطوط غالب اردو ادب میں سنگ میل کا درجہ رکھتے ہیں۔

3- اردو نثر میں خطوط غالب کا بڑا اہم رول رہا۔ مقفع، مسجع نثر سے آزادی ملی، عام فہم سلیس اردو نثر کا آغاز ہوا، خطوط نگاری کی صنف کی اہمیت دوبالا ہوئی اور شوخی وظرافت بھی نثر کا اہم پہلو قرار پائی۔

4- غالب کی نثری تصانیف دستنبو، پنج آہنگ، سبد چیں، مہر نیم روز وغیرہ ہیں۔

5- غالب 1797ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے۔ 1869ء میں دہلی میں وفات پائی۔

10.7 فرہنگ

الفاظ	معنی
مراسلہ	خط وکتابت
مکالمہ	ایک دوسرے سے بات چیت کرنا
مدارالمہام	وزیراعظم
مستولی	غم، پریشانی
خلق	مخلوق
تتبع	تقلید، پیروی
اردوئے معلیٰ	فصیح اور مستند اردو
ٹکسالی	کھرا، ناپا تلا
توشہ دان	وہ برتن جس میں سفر کی خوراک رکھتے ہیں
سرزنش	برا بھلا کہنا
کسمپرسی	بری حالت
مخدوش	خراب
کرب انگیز	دکھ بھرے
بدرجۂ اتم	پوری طرح
انحراف	ہٹنا
استفادہ	فائدہ حاصل کرنا
درنگ	دیر، تاخیر
مہتمم مطبع	منتظم طباعت، چھاپہ خانے کا نگراں

منہائی	لگان، محصول، ٹیکس
طلائی لوح	سنہری تختی
شیوہ	طریقہ
فرسودہ	گھسا ہوا، پرانا، روایتی
قیدحیات	زندگی کی مدّت
تجہیز وتکفین	کفن دفن
عقیدہ	اعتماد

10.8 کتب برائے مطالعہ

1۔	غالب کے خطوط (جلد اوّل)	مرتب: ڈاکٹر خلیق انجم	غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی
2۔	اردو نثر کا فنی ارتقا	فرمان فتح پوری	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی
3۔	غیر افسانوی اردو	ڈاکٹر عطیہ رئیس	ایم۔آر۔پبلی کیشنز، نئی دہلی
4۔	اردو نثر کا ارتقا	عابدہ بیگم	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی
5۔	غالب کے خطوط	باہتمام سید توسل حسین	انوار بک ڈپو، لکھنؤ، یونائیٹڈ انڈیا پریس، لکھنؤ
6۔	یادگار غالب	الطاف حسین حالی مرتب: صالحہ عابد حسین	انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی